فرید برہان پوری

تاج محل کی تعمیر اور اخراجات

ہماری زبان (علی گڑھ) ۸ راگست ۶۳ء کے شمارے میں ہفتہ واری ـــــ ہندوستان ـــــ (ہندی ۲۱ رجولائی ۶۳ء) سے فارسی کے ایک مخطوطہ کے تعارف کا اردو ترجمہ ـــــ تاج کی تعمیر پر اخراجات کی تفصیل ـــــ کے عنوان سے شایع ہوا ہے۔

تاج کی تعمیر سے متعلق زیر بحث فارسی مخطوطہ ـــــ خلاصہ احوال بانو بیگم ـــــ انگریزوں کے ابتدائی دور میں کسی نے آگرہ میں لکھا۔ اس میں تاج کی تعمیر میں حصہ لینے والے معماروں کی فہرست ہے اور تاج کی تعمیر میں جو سامان استعمال ہوا اس کا تفصیل سے ذکر ہے۔ سکندرہ، موتی مسجد اور دیوان خاص وغیرہ کا بھی بیان ہے۔ روضۂ تاج کی پیمائش ہے۔ چند کتبات اور تولیوں کا اندراج ہے۔ ایک نسخہ میں اکبر بادشاہ کے اجمیر جانے کا ذکر ہے۔ معماروں میں استاد عیسیٰ کا نام سر فہرست ملتا ہے۔ اس مخطوطے کی نقلوں نے عام ہو کر حیرت خیز قیاس آرائیوں کو جنم دیا۔

ہندوستان کے اکثر کتب خانوں میں اس کے قلمی نسخے ملتے ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ (حیدرآباد) میں اس کے تین مختلف العنوان قلمی نسخے راقم کی نظر سے گزرے۔

(الف) تاریخ بنائے تاج گنج (سکندر) موتی مسجد و دیوان خاص

(ب) تاریخ تاج محل (مصارف تعمیر آں)

(س) احوال تاج (نقشہ جات)

نسخہ الف کا کاتب بہار علی ساکن تاج گنج ہے۔ نسخہ ب مصوّر ہے۔ اس میں نو قلمی تصاویر ہیں۔ نسخہ س میں ایک قلمی اور چھ مطبوعہ تصاویر ہیں جو مطبع الٰہی میں ۱۸۶۹ء میں چھپی ہیں۔ نسخہ س کے

ترقیمہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ کاتب مرزا مغل بیگ نے ۱۷ دسمبر ۱۸۷۲ء کو نقل کیا۔

تاج کی تعمیر سے متعلق یہ نسخے ناقابل اعتبار ہیں۔ ان کے غائر اور تقابلی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زبان و بیان کے ہلکے سے تغیر کے ساتھ صرف سنی سنائی حکایتوں پر ایک پُر فریب گمراہ کن عمارت کھڑی کر دی گئی ہے۔ غیر مروّجہ سکوں میں حساب کتاب کا اندراج ہے۔ تمام اعداد فرضی ہیں۔ زیر تبصرہ نسخے "گویند" سے شروع ہوتے ہیں۔ یعنی عوام کی روایات ہیں۔ ان نسخوں کا عامیانہ انداز بیان، زبان و بیان کا تفاوت، تخاطب کا لہجہ، پاسِ ادب کا فقدان، واقعات کا غیر مورخانہ بیان اور ان میں عدم تسلسل، ناموں کی غلطیاں وغیرہ ان کے غیر معتبر ہونے کے قوی شواہد ہیں۔

"خلاصہ احوال بانو بیگم" میں ممتاز محل کی وفات کا واقعہ افسانوی انداز میں بیان کیا گیا ہے۔[1] شاہ جہاں کے عہد کی تاریخوں میں ملکہ کی وفات اور تدفین کا تفصیل سے حال ملتا ہے۔[2] روضۂ تاج کی تیاری کے ذیل میں ممتاز محل کی ہمراہی میں شاہ جہاں کے شکار کھیلنے کے ایک واقعہ کو بیان کیا گیا ہے۔ اس میں شہنشاہ کی شاہ بہلول (؟) سے ملاقات، شاہ موصوف کا مٹی کا ایک روضہ بنانے، ملکہ کا اسے پسند کرنے اور خریدنے اور بعد میں شاہ موصوف کا شاہی مصوّر کو ایک روضہ کا نقشہ بتلانے کی فرضی حکایت درج ہے۔[3]

زیر نظر نسخہ میں جہاں ممتاز محل کی وفات کے بعد تدفین کا ذکر ہے۔ اس کو پڑھ کر یہ خیال ہوتا ہے کہ آگرہ میں وفات کے بعد ہندوستان کی ملکہ کو ایک "افتادہ زمین" میں سپرد خاک

۱۔ نسخہ الف ص ۵، واقعات دہلی ص ۷۔۱۴ کے حاشیہ میں یہی غلط تفصیل درج ہے۔

۲۔ عمل صالح ص ۴۸۹، بادشاہ نامہ جلد اول ص ۳۸۶ اور ینٹل کالج میگزین مئی ۳۳ء میں "تاریخی مضامین" کی ایک بیاض کا ذکر ہے۔ ان میں سے ایک میں "ممتاز محل" کی وفات کا واقعہ درج ہے ص ۹۱)

۳۔ قلمی نسخہ الف ص ۲۲ تا ۲۴

کر دیا گیا۔

"بیگم کے انتقال کے بعد ..... لکڑی کا روضہ تیار کر لیا گیا۔"[1]

(ہماری زبان ص ۳ کالم ۲)

برہان پور میں ممتاز محل کی وفات اور تدفین کا ذکر کسی نسخہ میں نہیں ملتا۔ مختصر صحیح تفصیل[2] درج ذیل ہے:

گوہر آرا بیگم کی پیدائش کے وقت سہ شنبہ ۱۶ ذیقعدہ ۱۰۴۰ ہجری سے "عسرت ولادت"[3] میں گرفتار ملکہ نے چہار شنبہ ۱۷ ذی قعدہ کو نصف شب کے وقت برہان پور کے شاہی قلعہ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اس "گنجینۂ عفت" کو آہو خانہ ــــــ باغ زین آباد میں چھ ماہ کے لیے امانتہً سپرد خاک کر دیا گیا۔ ۱۷ جمادی الاول ۱۰۴۱ھ کو لاش نکالی گئی اور شاہ شجاع وزیر خاں اور ستی النسا کی ہمراہی میں آگرہ روانہ کی گئی۔

دریائے جمنا کے کنارے راجہ مان سنگھ کے پوتے ــــــ راجہ جے سنگھ کے محل کے باغ میں دوبارہ عارضی طور پر دفن کیا گیا۔ راجہ نے اسے فوز عظیم جانا۔ مگر شہنشاہ نے امور شرعی کے پیش نظر اپنے خاص محلات میں سے ایک محل اس کو عنایت کیا۔ پھر ۱۵ جمادی الثانی ۱۰۴۲ھ کو ملکہ کو اس مقام پر دفن کیا گیا، جہاں آج مغلیہ جاہ و جلال کا مرقع ــــــ تاج ــــــ پوری شان و شوکت کے ساتھ جلوہ گر ہے۔

مذکورہ قلمی نسخہ میں بے بدل خاں کے تاریخی قطعہ[4] ــــــ ..... جائے ممتاز محل

۱۔ نسخہ ب ص ۲۰ پر یہی عبارت فارسی زبان میں ہے۔ دونوں نسخوں کی عبارت میں تھوڑا فرق ہے۔ نسخہ الف ص ۲۵

۲۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے۔ عمل صالح ص ۴۴۸، بادشاہ نامہ ص ۳۸۶، مآثر الامرا، جلد اول ص ۱۵۹۔ راقم کے مضامین ــــ ۱۔ آہو خانہ، ۲۔ آثار برہان پور (بہارستان ۱۹۵۶ء)

۳۔ تمام نسخوں میں دھر آرا بیگم لکھا ہے۔ ۴۔ عمل صالح جلد دوم ص ۱۵۸، نسخہ الف، ص ۳۱

جنّت باد ــــــ ۱۰۴۰ھ ــــــ کے بعد باغ و مقبرہ کی تعریف میں شاہ جہاں کا ایک فارسی قطعہ ملتا ہے۔ اس قطعہ کی صحت مشکوک ہے۔ معین الآثار اور واقعات دہلی میں یہ قطعہ نقل کیا گیا ہے[۱]۔

بعد میں پتھروں کے وزن، پیمائش، معماروں کی فہرست، ماہانہ وغیرہ کی تفصیلات درج ہیں۔ مقبرۂ اکبر (سکندرہ) کے ابیات[۲] کی نقل کے بعد توپ کلاں[۳] اور توپ ظفر بخش کا ذکر ہے[۴]۔ نسخہ الف میں توپ ظفر بخش کے کتبہ اور دریائے جمنا میں اس کے غرق ہو جانے کے ذکر کے بعد سلطان محمد ابن عبدالغفور دہلوی[۵] کی ایک ڈھالی ہوئی توپ کا بیان ہے۔ "دورِ اکبر بادشاہ" ۱۰۲۷ھ کے نیچے ذیل کا شعر درج ہے:

فتح دکن کرد ز لطف الٰہ　　　شاہ جہانگیر ابن اکبر بادشاہ

غور کیجیے کہ ایک کتبہ میں دور اکبر بادشاہ۔ ۱۰۲۷-۲۸ھ اور جہانگیر کس قدر مضحکہ خیز تاریخی اجتماع ہے۔ توپوں اور کتبوں کا ذکر غیر ضروری ہے۔

تاج کا معمار

تاج کے معماروں میں بہت سے نام ملتے ہیں جن کو تاج کے تاریخ نویسوں نے تسلیم کر لیا ہے۔ ان میں استاد عیسیٰ نادر العصر اور امانت خاں شیرازی کے نام خاص ہیں۔ امانت خاں کا ذکر تاریخوں اور تذکروں کے علاوہ تاج کے کتبات میں بھی ملتا ہے۔ "ہماری زبان" میں مذکورہ

۱۔ فارسی قطعہ۔ نسخہ ورق ۷، نسخہ س ورق ۸ الف۔ معین الآثار انگریزی ص ۱۲۱، واقعات دہلی ص ۴۷۹۔

۲۔ ابیات ــــ نسخہ ب ورق ۲۸ الف

۳۔ توپ کلاں۔ نسخہ ب ورق ۲۸ ب، ۲۹ الف، نسخہ س ورق ۳۵

۴۔ توپ ظفر بخش نسخہ الف ص ۲۴

۵۔ نسخہ الف ص ۲۴، نسخہ ب ورق ۳۵ پر ۱۰۳۸ھ لکھا ہے۔

محمد حنیف اکبر آبادی، اسمٰعیل خاں گنبد ساز، محمد خاں خوش نویس، موہن لال پچی کار، منوہر سنگھ لاہوری، منّو لال لاہوری کے علاوہ ستار خاں (ترکستانی) خطّاط، محمد شریف (سمرقندی) نقشہ نویس، رنجیت لال اور جمنا داس دہلوی، بلدیو داس ملتانی، قادر زماں عرب اور محمد حنیف نگراں کے نام بھی لیے جاتے ہیں"۔[1]

تاج کے معماروں میں ایک فرانسیسی جوہری جیورونیمو ویرونیو کو بھی شریک کرلیا گیا ہے۔ فادر سبسٹین کے بے بنیاد بیان سے یہ غلط فہمی پیدا ہو گئی۔ اس انتساب کی تردید میں مورخین نے کافی کاوش کی ہے۔[2] ان تفصیلات کے بیان کرنے کی یہاں ضرورت اور گنجائش

۱۔ معین الآثار

۲۔ تردید کے لیے ملاحظہ کیجیے:

(i) Vincent Smith's History of Fine Arts in India p. 410-419

(ii) Glimpses of Mughal Architecture p. 53.

(iii) A Hand Book to Agra & Taj p. 74

(iv) Introducing India - Part I. p. 97

(v) Travels of Peter Mundy - Introduction P.LVI - vol II

(vi) Short History of Mughal period, Ishwari Prasad, Hindi, p. 413

(vii) Muinul Asar (English) p. 14

ان ساتوں مصنفین نے استاد عیسیٰ خاں کا نام لکھا ہے۔

(viii) Islamic Culture - April 1940 - p. 196

(ix) Archeology in India 1949 - p 129

اس آخری کتاب میں احمد معمار کا نام ملتا ہے۔

نہیں ہے۔[1]

تاج محل کے اصل معمار کے متعلق شاہ جہاں کے عہد کے تمام مورخین خاموش ہیں۔ تاج کی کوئی عصری تاریخ بھی نہیں ملتی۔ اس لیے معماروں کے نام اور حالات پردۂ خفا میں رہ گئے۔

شاہجہاں آباد کے قلعے اور عمارات کے بیان کے ضمن میں محمد صالح کنبوہ نے استاد احمد اور حامد[2] ـــــ سرآمد معماران نادرہ کار کا تذکرہ کیا ہے۔[3]

تاج کے اس نادر العصر معمار ـــــ احمد کے بارے میں تمام مورخین حیرت خیز حد تک خاموش ہیں۔ وہ آسانی سے بیان کر سکتے تھے کہ یہی احمد ـــــ شاہ جہاں کا معمار کل ـــــ ہے جس کی نگرانی و ہدایت میں تاج کی تعمیر ہوئی:

بود عمارت گر آں بادشاہ

مورخین کا یہ سکوت علامہ سید سلیمان ندوی کے مقالہ[4] "تاج محل اور لال قلعہ کے معمار" سے ٹوٹ جاتا ہے اور تمام حقائق نظر کے سامنے آجاتے ہیں۔ علامہ مرحوم نے سب سے پہلی دفعہ اس خاندان کے افراد اور ان کے علم و فضل کے کارناموں کا شرح و بسط کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

ذیل کی معلومات اسی مقالے سے ماخوذ ہیں۔

"تاج کے معمار نادر العصر استاد احمد کے حالات اس کے لڑکے لطف اللہ کی مثنوی میں ملتے ہیں۔ احمد فاضل مہندس اور جید عالم تھا۔ علم ہیئت، ریاضیات اور ہندسہ میں ید طولیٰ

۱۔ یہ مضمون تقریباً بیس صفحات پر محیط طویل مضمون کا ملخص ہے جو ۲۲ راگست کو ہماری زبان میں اشاعت کے لیے بھیجا گیا تھا۔

۲۔ عمل صالح جلد سوم ص ۴۸، صرف قلمی نسخوں میں استاد احمد اور حامد دونوں نام مذکور ہیں۔

۳۔ سر سید احمد خاں نے قلعۂ شاہجہانی کی تعمیر کے ذکر میں لکھا ہے کہ "استاد احمد اور حامد اپنے فن میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے، اور ہندسہ و ہیئت میں ثانی اقلیدس اور رشک ارشمیدس تھے۔" (آثار الصنادید طبع اول)

۴۔ مقالہ ـــــ محمود بنگلوری نے اس مقالہ اور دیوان مہندس کو اپنے مقدمہ کے ساتھ تاج محل کی شکل میں شائع کیا ہے

(باقی اگلے صفحہ پر)

دکھتا تھا۔ "(۱)" اس کی ایک تصنیف ——— رسالہ احمد معمار ——— مکتوبہ کالکا پرشاد ۱۸۳۶ء کا ذکر فہرست سبحان اور ینٹل لائبریری علی گڑھ میں ملتا ہے۔

لطف اللہ مہندس احمد کے فضل و ہنر کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ تاج اور قلعہ شاہجہانی اس نادر العصر کے کمالِ فن کے زندہ ثبوت ہیں۔ تعمیر کا یہ دعویٰ شاہ جہاں کے عہد میں کیا گیا:

شاہ جہاں داورِ گیتی ستاں روشنیِ دودۂ صاحب قراں

... ...

احمدِ معمار کہ در فنِ خویش صد قدم از اہلِ ہنر بود بیش
از طرفِ داورِ گیتی جناب نادرِ عصر آمدہ او را خطاب
بود عمارت گرِ آں بادشاہ داشت دراں حضرتِ فرخندہ جاہ
آگرہ شد مضربِ رایاتِ شاہ بسکہ بر او بود عنایاتِ شاہ
کرد بحکم شہِ کشور کشا روضۂ ممتاز محل را بنا
باز بحکم شہِ انجم سپاہ شاہ جہاں داورِ گیتی پناہ
قلعۂ دہلی کہ ندارد نظیر کرد بنا، احمد روشن ضمیر
ایں دو عمارت کہ بیاں کردہ ایم در صفتش خامہ رواں کردہ ایم
یک ہنر از گنج ہنر ہائے اوست یک گہر از کانِ گہر ہائے اوست

(گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

سے شائع کرا دیا ہے.... معارف جلد ۶۹ میں راقم کی نظر سے حرف اس کتاب پر تبصرہ گزرا ہے۔

مقالہ ——— مضامین سلیمان ص ۲۷۵ تا ۲۳۶، معارف ۳۷-۶۲۶

۱۔ آثار الصنادید ص ۲۸

شاہجہاں کے عہد میں لکھی ہوئی اس مثنوی[1] میں نادر العصر احمد کے تینوں لڑکوں ــــ لطف اللہ، عطاء اللہ اور نور اللہ کے علم و فضل اور کمالِ فن کا ذکر ہے[2]۔ ان کے علمی اور عملی کارناموں کی تفصیل کے لیے علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم کا مقالہ ملاحظہ کیجیے۔

دہلی کی جامع مسجد کی پیشانی پر کندہ کتبات ــــ نور اللہ کی کمالِ خطاطی کے شاہد ــــ آج تک کہہ رہے ہیں ــــ "کتبہ نور اللہ" ــــ ملکۂ رابعہ دورانی کا مقبرہ (اورنگ آباد) عطاء اللہ کی عملی یادگار ہے جس کے صدر دروازہ کے ایک گوشہ میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔

"این روضۂ منورہ در معماری عطاء اللہ العمل ہیئت راسئے طیاّ رشدہ"۔ شادی آباد ــــ مانڈو میں ہوشنگ شاہ کے مقبرے کے دروازے کے داہنے بازو پر کندہ کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ لطف اللہ مہندس ابن احمد معمار شاہجہانی ـ خواجہ جادورائے، استاد شیورام اور استاد حامد نے مانڈو کی قدیم عمارتوں کو دیکھنے کے لیے بہ سفر کیا جو بقول ڈاکٹر غلام یزدانی " ہندوستانی فنِ تعمیر کا جگمگاتا ہوا ہیرا ہیں"[3]۔ کتبہ کی عبارت ملاحظہ کیجیے[4]:

۱۔ اس مثنوی کے اول ۲ صفحات کا عکس Illustrated Weekly of India کی کسی اشاعت میں شائع ہوا تھا۔ زیرِ نظر نسخے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے صفحہ پر دس اور دوسرے پر بارہ اشعار ہیں۔ دوسرا صفحہ اس شعر سے کہ ۔ ۔ ۔ ۔ قلعہ دہلی نداز ونظیر سے شروع ہوتا ہے۔

۲۔ مقالہ علامہ سلیمان ندوی ص ۲۷۵ مضامین سلیمان۔

۳۔ شادی آباد ــــ مانڈو ــــ صفحہ الف

۴۔ ہندوستانی اسلامی کتبات (۱۹۰۹ء تا ۱۹۱۰ء) ص ۲۳ مضامین سلیمان ص ۲۹۶

——— بتاریخ نہم ربیع الثانی سنہ ہزار و ہفتاد ہجری

——— فقیر حقیر لطف اللہ مہندس ابن استاد احمد معار شاہجہانی۔

——— خواجہ جادو رائے و استاد شیو رام و استاد حامد

——— بجہت زیارت آمدہ بود

اس کتبہ اور مثنوی سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ احمد اور حامد بھائی تھے[1]۔ ورنہ لطف اللہ حامد کا ذکر بھی احترام سے کرتا۔

لطف اللہ تاج کو . . . . .

یک گہر از کانِ گہر ہائے احمد

کہتا ہے، اور شاہجہانی عہد کے مورخین اس باب میں خاموش ہیں۔ امید کہ ارباب حل و عقد اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں گے۔

۱۔ مضامین سلیمان ص ۲۸۳

"(دنیاوی سازوسامان پر) فخر کرنا (جو کہ علامت ہے محبت وطلب کی) تم کو (آخرت سے) غافل کیے رکھتا ہے یہاں تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہو ہر گز نہیں تم کو بہت جلد قبر میں جاتے ہی یعنی مرتے ہی معلوم ہو جاوے گا پھر دوبارہ (تم کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ) ہر گز (تمھاری یہ حالت ٹھیک) نہیں بہت جلد معلوم ہو جاوے گا ہر گز نہیں (اور) اگر تم یقینی طور پر (دلائل صحیحہ واجب الاتباع سے اس بات کو) جان لیتے واللہ تم لوگ ضرور دوزخ کو دیکھو گے (پھر مکرر تاکید کے لیے کہا جاتا ہے کہ) واللہ تم لوگ اس کو ایسا دیکھنا دیکھو گے جو کہ خود یقین ہے پھر (اور بات سنو کہ) اس روز تم سب سے نعمتوں کی پوچھ ہو گی۔" (سورۂ تکاثر)